Majallah-yi Talim o Tahqiq

Markaz Talim o Tahqiq, Gulshan-e-Taleem,
Sector H-15, Islamabad, Pakistan

مجلہ تعلیم وتحقیق

مرکز تعلیم وتحقیق، گلشنِ تعلیم، ایچ۔۱۵، اسلام آباد، پاکستان

ISSN (P): 2618-1355, **ISSN (Online):** 2618-1363

جلد۳، شمارہ۲ اپریل۔جون۲۰۲۱ صفحات۵۔۲۰

قاضی ابو سعود کا تفسیر’’ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم‘‘میں نحوی منہج استدلال

The Inferring Syntactic Method of Qāzī Abū S'aūd in his Tafsīr 'Irshād ul 'Aql is Salīm ila Mazaya al Kitāb il Karīm'

Waqas Ahmed Khan[1]
Dr Muhammad Atif Aslam Rao[2]

Abstract:

The Qur'ān is the word of Allah, an absolute treasure of various sciences. Mufassirin (Interpreters) have endeavoured immensely for its Interpretation. Several scholars have worked in this respect from multiple dimensions with one sole objective to facilitate understanding of the Qur'ān. Syntax is one of the few basic sciences that is directly related to understanding the Qur'ān. There are so many places in the Qur'ān where it becomes challenging to understand the actual meaning without mastering grammar. Therefore, most of the mufassirin (Interpreters) in their tafāsīr (Exegesis) have quoted difficult and complex grammatical issues to elaborate the true meaning of the verses. Details of Syntax significantly impact the understanding of the Qur'ān. Qazī Abū S'aūd has also embellished his tafsīr entitled Irshād ul 'Aql is Salīm ila Mazaya al Kitāb il Karim with the syntactic view. He mentions short grammatical opinions only to explain the meaning instead of grammatical considerations in his tafsīr. This research paper elaborates the description and impact of Syntax in the meaning of the Quranic verses. Presenting various scholars of this subject, the researcher illustrates the point of view from Qazī Abū S'aūd concerning Syntax of the verse. Besides discussing the distinct aspects of each example, the article provides substantial information about the significance and impacts of Syntax in understanding the Qur'ān. Such research on Quranic studies expands the exposure of the young researchers for deep learning of Quranic Sciences and its prerequisites. Moreover, it also opens up novel avenues of Interpretation of the Qur'ān.

Keywords:

Qazī Abū S'aūd, Irshād ul 'Aql is Salīm, Syntactic View, Quranic Sciences.

Receiving Date:
10 April 2021
Acceptance Date:
28 June 2021
Publication Date:
30 June **2021**

1. Doctoral Candidate, Department of Islamic Learning, University of Karachi
2. Assistant Professor, Department of Islamic Learning, University of Karachi

علم نحو کا شمار ان چند بنیادی علوم میں ہوتا ہے جن کا فہمِ قرآن سے براہ راست تعلق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مفسرین نے اپنی تفاسیر میں علم نحو کی مشکل اور پیچیدہ ابحاث کو نقل کیا ہے تاکہ صحیح معنی و مفہوم سے آگاہی ممکن بنائی جاسکے کیونکہ قرآن کریم اور احادیثِ مبارکہ میں کئی مقامات ایسے ہیں کہ علم نحو میں مہارت کے بغیر صحیح مفہوم سمجھنا نہایت دشوار ہو جاتا ہے۔ اسی ضرورت کے پیشِ نظر بعض مفسرین نے اپنے تفسیری منہج میں نحوی مباحث پر خاص توجہ دی ہے اور اس ضمن میں کلام عرب و دورِ جاہلیت کے اشعار سے استدلال کیا ہے۔ ان مفسرین میں ایک معروف نام محمد بن محی الدین محمد بن مصطفیٰ العمادی المعروف قاضی ابو سعودؒ کا بھی ہے۔ زیر نظر مقالہ میں قاضی صاحب کی تفسیر "ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم" کی منتخب نحوی مباحث کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا جائے گا۔ مقالہ نگار کے نزدیک اس تفسیر کا ایک نمایاں وصف اس کی نحوی مباحث ہیں جن پر کوئی خاص تحقیق سامنے نہیں آئی چناں چہ زیرِ نظر مقالہ میں اس پہلو پر کام کرنے کا ارادہ کیا گیا ہے۔ نحوی مباحث سے قبل مفسر و تفسیر کا مختصر تعارف پیش جائے گا۔

تعارفِ مفسر:

محمد بن محی الدین محمد بن مصطفیٰ العمادی المعروف قاضی ابو سعودؒ ۸۹۸ھ میں پیدا ہوئے۔[3] ابتدائی تعلیم اپنے والدِ گرامی سے حاصل کی اور ان کے علاوہ اپنے زمانے کے مقتدر اساتذہ سے اکتسابِ فیض کیا۔ آپ ۲۲ شعبان ۹۵۲ھ۔ ۲۹ اکتوبر ۱۵۴۵ء کو قسطنطنیہ کے مفتی اور شیخ الاسلام کے منصب پر فائز ہوئے اور مسلسل تیس سال اپنی وفات تک اس منصبِ جلیلہ پر فائز رہے۔[4] آپ کی وسعتِ علمی کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اگر کوئی سوال نظم میں ہوتا تو اسی وزن و قافیہ میں اس کا منظوم جواب لکھتے اور اگر سوال مسجع نثر میں ہوتا تو جواب بھی اسی انداز سے تحریر فرماتے۔ سائل ترکی، عربی، فارسی جس زبان میں سوال کرتا اسی میں جواب ارشاد فرماتے تھے۔[5]

صاحبِ عِقد المنظوم آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن کا تذکرہ جمیل شرق و غرب میں پھیلا ہوا ہے، آپ علم و فضل میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے الغرض کہ الفاظ میں آپ کے شرف و کمالات کو بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔"[6]

تعارفِ تفسیر:

آپ نے تدریس، قضاء اور افتاء کے امور میں مصروف رہنے کے باوجود تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ جن میں سے آپ کی تفسیر "ارشاد العقل السلیم الیٰ مزایا الکتاب الکریم" ایک کی شاہکار تالیف ہے۔

تفسیر کے مقدمہ میں آپ نے اس تالیف کا مدعا خود ہی بیان کیا ہے کہ قرآنِ کریم کی فصاحت و بلاغت اور ندرت بیانی سے لوگوں کو آگاہ کرنا اور دیگر تمام کتب پر کلام اللہ کی حقانیت کو ثابت کرنا۔ اس سلسلے میں آپ نے تفسیر کشاف و انوار التنزیل سے خوب استفادہ فرمایا ہے۔ آپ کی اس شاہکار تالیف کا مطالعہ کرنے سے یہ بات پوری طرح عیاں ہوتی ہے کہ آپ نے عبارت کی دلکشی و دلآویزی کا خوب اہتمام کیا ہے۔ بالخصوص آپ نے قرآن کریم کے نظم و اسلوب کے سرِّ اعجاز اور بلاغی پہلو کو اجاگر کرنے کی حتی المقدور سعی فرمائی ہے۔ فصل و وصل، ایجاز و

---

3 -R. C. Repp, The Mufti of Istanbul, (Oxford: Oxford University, 1986), p 273

4-Ibid. p 278

نوٹ: مزید تفصیل کے لیے درج ذیل مقالات کا مطالعہ مفید رہے گا: وقاص احمد خان و ساجد اقبال، قاضی ابو سعود کی تفسیر ارشاد العقل السلیم کا تحقیقی جائزہ، **الاضوا،** (۲۰۱۸) ۵۰: ۳۳۔ نیز وقاص احمد خان و ڈاکٹر محمد عاطف اسلم راؤ، قرأت قرآنیہ میں تفسیرِ ابی سعود کا منہج، **افکار** (علوم اسلامیہ کا علمی و تحقیقی مجلہ)، (۲۰۱۹)، ۳: ۱

۵۔ محمد حسین ذہبی، التفسیر والمفسرون، (دار الکتب الحدیثۃ: القاہرہ، ۱۹۶۱)، ج ۱، ص ۲۴۵ - ۲۴۶

۶۔ علی ابنِ بالی، العقد المنظوم فی ذکر افاضل الروم، (دار الکتاب العربی: بیروت، ۱۹۷۵)، ص ۴۴۱

اطناب، تقدیم و تاخیر نیز اعتراض و تذییل کا بھی خوب اہتمام فرمایا ہے۔ قرآنی ترکیب جن دقیق و عمیق معانی کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہوتی ہے اس کے اظہار و بیان کا خصوصی خیال رکھتے ہیں۔ یہ ایک ایسا وصف ہے جو اسی شخص کو حاصل ہو سکتا ہے جو عربی زبان کی باریکیوں سے پوری طرح آگاہ و آشنا ہو۔ اس میں شک نہیں کہ مؤلف اس پہلو میں سب مفسرین سے سبقت لے گئے ہیں۔ اس میں تفسیر کو غیر ضروری امور کے ساتھ مخلوط نہیں کیا گیا۔ بعد میں آنے والے مفسرین کے لیے یہ ایک اہم مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس تفسیر کو دار الکتب العلمیہ بیروت نے ۴۱۶۰ صفحات پر مشتمل آٹھ خوبصورت جلدوں میں تخریج کے ساتھ شائع کی ہے۔

ڈاکٹر محمد حسین ذہبی التفسیر و المفسرون میں رقم طراز ہیں:

"یہ حقیقت ہے کہ یہ تفسیر حسن صوغ اور جمالِ تعبیر کی وجہ سے بے مثال ہے۔ صاحبِ تفسیر نے اس میں قرآن مجید کے بلاغی اسرار سے پردہ ہٹایا ہے۔ کثیر علماء نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ یہ تفسیری میدان میں ایک بہترین اضافہ ہے"۔[۷]

قاضی ابو سعود نے اپنی تفسیر کو علمِ نحو کی ابحاث سے بھی مزین کیا ہے جس میں آپ کا اسلوب بڑا دلکش ہے کہ آپ نحوی موشگافیوں کے بجائے فقط معنی و مفہوم کی وضاحت کے لیے مختصر نحوی آراء کا ذکر کرتے ہیں۔ اس سے قاری کی توجہ نحوی بحثوں میں اُلجھنے کے بجائے قرآنی متن کے مطلوبہ معنی کی طرف مبذول رہتی ہے۔ جب آیت مختلف وجوہِ اعراب کی متحمل ہوتی ہے تو آپ ان وجوہ میں سے ایک کو ترجیح دے کر اس کی دلیل نقل کرتے ہیں۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

۱۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

" يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا"[۸]

ترجمہ: جو میرا بھی وارث ہو اور یعقوب (علیہ السلام) کا بھی جانشین۔ اے میرے رب! تو اسے مقبول بندہ بنا دے۔

اس آیت کی تفسیر میں قاضی ابو سعود فرماتے ہیں کہ یرثنی کے فاعل کی بنا پر یرث من آل یعقوب کے بجائے "وارث من آل یعقوب" بھی پڑھا گیا ہے تجرید کے طریقہ کے مطابق یعنی یرثنی به وارث اور کہا گیا ہے کہ من بعضیہ ہے کیونکہ تمام آل یعقوب نہ تو انبیاء تھے اور نہ ہی علماء تھے۔ "واجعله رب رضیا" تیری بارگاہ میں قول و عمل دونوں اعتبار سے مقبول ہو۔[۹]

یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ قاضی ابو سعود نے یرث من آل یعقوب کی مختصراً نحوی توجیہ ذکر کی ہے کہ اس کو اگر یرثنی کا فاعل بنایا جائے تو پھر "وارث من آل یعقوب" بھی پڑھا جائے گا۔

۲۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَاۗؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ"[۱۰]

ترجمہ: اور اسی طرح بہت سارے مشرکین کے خیال میں ان کے معبودوں نے ان کی اولاد کو قتل کرنے کو مستحسن بنا رکھا ہے۔ تاکہ وہ ان کو برباد کر دیں اور ان کے کو ان پر مشتبہ کر دیں اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے پس ان کو چھوڑ دیں جو بہتان طرازیاں کرتے ہیں۔

۷۔ محمد حسین ذہبی، التفسیر والمفسرون، ج۱، ص۳۴۷

۸۔ القرآن ۱۹:۶

۹۔ ابو سعود العمادی، ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم، تحقیق: خالد عبد الغنی (دار الکتب العلمیة: بیروت، ۲۰۱۰)، ج۵، ص۳۴۹

۱۰۔ القرآن ۶:۱۳۷

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے قاضی ابو سعود اس کی نحوی ترکیب ذکر کرتے ہیں کہ "شرکاؤھم "یعنی جنوں میں سے یا بتوں میں سے ان کے ساتھی اور ترکیبِ کلام میں یہ زین کا فاعل ہے اس کو ظرف سے مؤخر کیا گیا ہے اور زُین مجہول بھی پڑھا گیا ہے معنی یہ ہو گا کہ ان کے معبودانِ باطلہ نے ان کی اولاد کے قتل کو مزین کر رکھا تھا۔ ایک قراءت میں اولاد کو نصب دی گئی ہے اور شرکاء کو قتل کی طرف اضافت کی وجہ سے جر بھی دی گیا ہے اور اس کے اور مفعول کے درمیان فاصلہ ہونے کی وجہ سے اس کو مجہول بھی پڑھا گیا ہے اور قتلُ رفع کے ساتھ اور اولادِھم جر کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ کہا گیا کہ من زینہ تو جواب دیا گیا کہ ان کے شرکاء نے ان کے اعمال کو مزین کیا تاکہ ان کو ہلاکت میں ڈالیں اور ان پر وہ دین یعنی دینِ اسماعیل علیہ السلام جس پر وہ تھے خلط ملط کر دیں یا جو ان پر واجب تھا کہ دین اختیار کریں اس کو ان پر مشتبہ کر دیا۔ اگر یہ تزیین شیطان کی طرف سے ہو تو پھر لام تعلیل کے لیے ہے اور اگر تزیین بتوں کی طرف سے ہے تو لام عاقبۃ کے لیے ہے۔"[11]

۳۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ"[12]

ترجمہ: اور ان کی قوم سے کوئی جواب نہ بن پڑا بجز اس کے کہ آپس میں کہنے لگے کہ ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو۔ یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں۔

اس کی تفسیر میں قاضی ابو سعود فرماتے ہیں کہ "جواب" کو کان کا اسم ہونے کی بنا پر مرفوع بھی پڑھا گیا ہے۔ اس صورت میں الا ان قالوا اس کی خبر ہو گی یہی اظہر ہے۔ اگرچہ پہلی قراءت یعنی جمہور قراءت صناعی میں زیادہ قوی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے آپ کے مقالات اور وعظ کے جواب میں ایک دفعہ یہ کلماتِ شنیعہ استعمال کیے بلکہ وہ ایسی جسارت کئی مرتبہ کر چکے تھے۔"[13]

یہاں قاضی ابو سعود نے جمہور کی قراءت کے علاوہ ایک اور قراءت "وما کا ن جوابُ "ذکر کی ہے جس کے مطابق جواب، کان کا اسم بن رہا ہے اور پھر نحوی توجیح بھی بیان کی ہے۔ جب کہ جمہور کی قراءت کے مطابق جوابَ ہے جو ترکیبِ کلام میں کان کی خبر بن رہا ہے۔

علمائے نحو کی آراء کو نقل کرنا:

قاضی ابو سعود نے اپنی تفسیر ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم میں نحوی مباحث کو ذکر کرنے میں بیشتر مقامات پر زمخشری اور بیضاوی سے استفادہ کیا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ مشہور و معروف علمائے نحو و لغت کی آراء سے بھی اپنی تفسیر کو مزین کیا ہے۔ آپ نے جن مشہور علمائے نحو سے استفادہ کیا ان کے مختصر احوال اور نحوی آراء کی چند مثالیں حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ ابو عبد الرحمن خلیل بن احمد بن عمرو بن تمیم الفراھیدی الازدی الحمیدی۔

آپ ؒ ۱۰۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۰ھ میں بصرہ میں خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ آپؒ لغت و ادب کے امام تھے آپ نے ہی علم عروض کو وضع کیا۔ آپ مشہور نحوی سیبویہ کے استاذ تھے۔ آپ کی مشہور تصانیف میں کتاب العین اور معانی القرآن ہیں۔"[14]

قاضی ابو سعود، خلیل سے استفادہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ ارشادِ باری تعالیٰ:

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ[15]

۱۱۔ العمادی، ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم، ج۳، ص۳۲۱

۱۲۔ القرآن ۷:۸۲

۱۳۔ العمادی، ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم، ج۳، ص۴۱۰

۱۴۔ الوزیر جمال الدین ابی الحسن علی بن یوسف القفطی، انباہ الرواۃ علی انباہ النحاۃ، (مکتبہ العصریہ: بیروت، ۲۰۰۴)، ج۱، ص۳۷۶

۱۵۔ القرآن ۲:۲۴

ترجمہ: پھر اگر تم یہ نہ کر سکو اور ہر گز نہ کر سکو گے تو تم اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں وہ کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

"و لن تفعلوا" میں کلمہ "لن" مستقبل میں فعل کی نہ صرف نفی کرتا ہے بلکہ اس کی نفی میں تاکید و تشدید بھی پائی جاتی ہے اور خلیل کے نزدیک یہ اصل میں "لا ان" تھا۔[16]

۲۔ ابو بشر عمرو بن عثمان بن قنبر الحارثی الملقب سیبویہ۔

آپ ۱۴۸ھ میں شیراز میں پیدا ہوئے۔ آپ کو امام النحاۃ کہا جاتا ہے۔ آپ نے خلیل بن احمد سے بہت زیادہ اکتسابِ فیض کیا۔ بقولِ ابو عبد اللہ محمد بن صالح بن مہران المعروف ابن النطاح میں خلیل بن احمد کی مجلس میں تھا کہ سیبویہ آیا تو خلیل نے کہا "مرحبا بزائر لا یملّ" ابو عمرو مخزومی نے کہا کے میں نے خلیل کے یہ الفاظ سیبویہ کے علاوہ کسی اور کے لیے نہیں سنے۔ علم نحو کے اس تابندہ ستارے نے تینتیس سال کی عمر ۱۸۰ھ میں وفات پائی۔ آپ کی مشہور تصنیف المسمی کتاب سیبویہ ہے۔[17]

قاضی ابو سعود نے کئی مقامات پر سیبویہ سے استفادہ کیا ہے مثلاً "الرحمن الرحیم "کی تفسیر کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

"الرحیم "صفتِ مشبّہ نہیں ہے بلکہ یہ مبالغہ کا صیغہ ہے اور اس پر سیبویہ نے عربوں کے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ "ھو رحیم فلانا" اور لغت میں رحمت سے مراد رقتِ قلب اور انعطاف یعنی میلان ہے اور اسی سے رحم ہے بچہ دانی کو رحم اس لیے کہتے ہیں کہ جو کچھ اس میں ہوتا ہے اس کی طرف اس کا میلان ہوتا ہے اور یہاں رحم سے مراد تفضل و احسان ہے بے شک اللہ تعالیٰ کے اسماء باعتبار غایات جو کے افعال ہیں لیے جاتے ہیں نہ کے مبادی جو کے انفعالات ہیں۔[18]

۳۔ ابو الحسن علی بن حمزہ بن عبد اللہ الاسدی المعروف کسائی۔

آپ مشہور و معروف مقری، لغوی، نحوی اور شاعر تھے۔ آپ کی تصنیفات میں معانی القرآن، المصادر، الحروف اور القراءات ہیں۔

آپ نے ۱۸۹ھ میں وفات پائی۔ قاضی ابو سعود نے درج ذیل آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں کسائی کا قول نقل کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ ---[19]

ترجمہ: اور تم میں سے جو شخص آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی مالی طاقت نہ رکھے۔

قاضی ابو سعود رقمطراز ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد "اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ "یا تو "طَوْلًا" کا مفعولِ صریح ہے کیونکہ مصدرِ منون کا اعمال عام بات ہے جیسے کہ ارشادِ باری تعالیٰ "او اطعام فی یوم ذی مسغبة یتیماً ذا مقربة" میں ہے۔ گویا کہ یوں کہا گیا ہے "ومن لم یستطع منکم ان ینال نکاحھن" یا بتقدیرِ حرفِ جر ہے یعنی کلام یوں ہے "ومن لم یستطع منکم غنی الیٰ نکاحھن او لنکاحھن" پس جار محل نصب میں ہے "طَوْلًا" کی صفت واقع ہو رہی ہے یعنی طولا موصلا الیه او کائنا له او علی نکاحھن اس بنا پر کہ طول بمعنیٰ قدرت ہے اور القاموس میں الطول و الطائل و الطائلة کا معنیٰ الفضل و القدرة والغنی والسعة ہے۔ اور "ان" کا محل جار کے حذف کے بعد سیبویہ اور فراء کے نزدیک نصب ہے اور کسائی اور اخفش کے نزدیک جر ہے۔[20]

۱۶۔ العمادی، ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم، ج۱، ص۱۰۳

۱۷۔ الزبیدی، ابو بکر محمد بن الحسن، طبقات النحویین واللغویین، تحقیق: محمد ابو الفضل ابراھیم، (دار المعارف: قاھرہ، ۱۹۸۴)، ص۶۶-۷۲

۱۸۔ العمادی، ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم، ج۱، ص۴۹

۱۹۔ القرآن ۴:۲۵

۲۰۔ العمادی، ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم، ج۲، ص۲۹۸

۴۔ یحیٰ بن زیاد بن عبد اللہ بن منصور دیلمی المعروف فرّاء۔

آپ ۱۴۴ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور ۲۰۷ھ میں مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ آپ کوفیوں کے امام تھے اور علم نحو ولغت میں مہارت رکھتے تھے۔ آپ کی مشہور کتب میں معانی القرآن، المقصور والممدود اور المعانی ہیں۔[۲۱]

قاضی ابو سعود نے درج ذیل آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرّاء کا قول نقل کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَاعِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ [۲۲]

ترجمہ: عرض کرنے لگے ہر عیب سے پاک تو ہی ہے کچھ علم نہیں ہمیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھادیا بیشک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔

لفظ حکیم کی ترکیب بیان کرتے ہوئے قاضی ابو سعود رقم طراز ہیں کہ یہ خبر کے بعد خبر ہے یا پہلے کی صفت ہے اور "انت" ضمیرِ فصل ہے جس کا اعراب میں کوئی محل نہیں ہے یا پھر ترکیب کلام میں اس کا محل ہے اور یہ ماقبل کے ساتھ مشارک ہے جس طرح فرّاء نے کہا ہے۔[۲۳]

۵۔ ابو العباس المبرّد محمد بن یزید بن عبد الاکبر الازدی البصری۔

آپ ۲۱۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۸۵ھ میں بغداد میں وفات پائی اور کوفہ کے مقابر میں دفن ہوئے۔ اپنے زمانے میں عربوں کے امام اور فصاحت و بلاغت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ آپ کی مشہور تصانیف میں معانی القرآن، الکامل، المقتضب، اعراب القرآن شامل ہیں۔[۲۴]

قاضی ابو سعود نے درج ذیل آیت مبارکہ کی تفسیر میں المبرّد کا قول نقل کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۭ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۭ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاۗءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ [۲۵]

ترجمہ: آپ سے حکم معلوم کرتے ہیں، آپ کہیے کہ اللہ تمہیں کلالہ (کی میراث) میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص فوت ہوجائے جس کی نہ اولاد ہو (نہ ماں باپ) اور اسکی (ایک حقیقی یا علاتی) بہن ہو تو اس (بہن) کو اس کے ترکہ کا نصف ملے گا اور وہ اپنی اس بہن کا وارث ہوگا اگر اس (بہن) کی کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر دو بہنیں ہوں تو ان کا حصہ اس (بھائی) کے ترکہ سے دو تہائی ہے اور اگر بہن بھائی وارث ہوں مرد اور عورتیں تو ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر، اللہ تمہارے لیے (اپنے احکام وضاحت سے) بیان فرماتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں قاضی ابو سعود رقمطراز ہیں کہ "ان تضلوا" یعنی ناپسندیدگی ہے کہ تم اس معاملہ میں گمراہ ہو جاؤ اور یہ بصریوں کی رائے ہے مبرّد نے اس کی تصریح کی ہے۔[۲۶]

۶۔ ابو اسحاق الزجاج ابراھیم بن السری بن سھل۔

آپ ۲۴۱ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے اور ۳۱۱ھ میں بغداد میں ہی وفات پائی۔ آپ شیشہ گری کا کام کرتے ہوئے علم نحو کی طرف متوجہ

۲۱۔ حافظ جلال الدین عبد الرحمٰن السیوطی، بغیة الوعاة فی طبقاتِ اللغویین و النحاة، (دار الفکر: بیروت، ۱۹۷۹)، ج۲، ص۳۲۹-۳۳۰

۲۲۔ القرآن ۲:۳۲

۲۳۔ العمادی، ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم، ج۱، ص۲۱۱

۲۴۔ الزبیدی، طبقات النحویین واللغویین، ص۱۰۸

۲۵۔ القرآن ۴:۱۷۶

۲۶۔ العمادی، ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم، ج۲ ص۴۷۷

ہوئے اور المبرد سے اکتسابِ علم کیا۔ آپ کی تصانیف میں معانی القرآن، الامالی، الاشتقاق وغیرہ شامل ہیں۔[27]

قاضی ابو سعود نے درج ذیل آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں الزجاج کا قول نقل کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَاضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْكَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ [28]

ترجمہ: اے ایمان والو! کافروں کی مثل نہ ہو جانا! جب ان کے بھائی کسی لڑائی یا سفر میں گئے تو انھوں نے ان کے متعلق کہا کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کیے جاتے تاکہ (انجام کار) اللہ اس قول کو ان کی حسرت کا سبب بنادے ' اور اللہ ہی زندہ کرتا ہے اور موت طاری کرتا ہے اور اللہ تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ کی تفسیر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ہے کہ وہ سفر پر گئے، تجارت یا اس کے علاوہ دور دراز گئے۔ مستقبل کے معنی کے لیے مفید اذا کو ماضی کی حالت کی حکایت کے معنی کے لیے مفید اذا پر ترجیح دی گئی ہے کیونکہ یہاں باقاعدہ استمرارِ زمانہ مراد ہے اس حالت کے لیے جس پر امر مستحضر کی صورت کا دارومدار ہے۔ زجاج نے کہا ہے کہ اذا یہاں زمانہ ماضی اور مستقبل کے قائم مقام ہے یعنی یہ صرف وقت کے لیے ہے یا اس سے استمرار کا قصد کیا گیا ہے اور اسکی ظرفیت ان (کفار) کے قول کے مطابق اس اعتبار سے ہے جس میں یہ واقع ہے، بلکہ تحقیق یہ ہے کہ یہ اس کے لیے ظرف ہے نہ کہ ان (کفار) کے قول کے لیے۔ گویا کہ یوں کہا گیا ہے: انھوں نے کہا ہے: اس وجہ سے جو (مصیبت) ان کے بھائیوں کو پہنچی جب انھوں نے سفر کیا۔[29]

۷۔ ابو الحسن سعید بن مسعد المجاشی المعروف الاخفش الاوسط۔

آپ نے مشہور نحوی سیبویہ سے علم نحو حاصل کیا اور عربی ادب و لغت کے عالم کی حیثیت سے شہرت پائی۔ آپ معتزلی عقائد کے حامل تھے۔ آپ کی کتب میں المقاییس فی النحو، الاشتقاق، الاوسط فی النحو اور معانی القرآن شامل ہیں۔ آپ نے ۲۱۵ھ میں وفات پائی۔[30]

قاضی ابو سعودؒ نے درج ذیل آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں اخفش کا قول نقل کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَاۗىِٕرَةٌ ۭفَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰي مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ[31]

ترجمہ: سو آپ دیکھیں گے کہ جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے وہ ان کی طرف یہ کہتے ہوئے دوڑیں گے ہمیں یہ خدشہ ہے کہ ہم پر کوئی گردش نہ آجائے پس قریب ہے کہ اللہ فتح لے آئے یا اپنی طرف سے (فتح کی) کوئی علامت تو انھوں نے جو کچھ اپنے دلوں میں چھپایا ہے وہ اس پر پچھتانے والے ہو جائیں۔

فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ کی تفسیر میں نحوی ترکیب بیان کرتے ہوئے قاضی ابو سعود رقم طراز ہیں کہ ان یا تی محلِ نصب میں ہے عسیٰ کی خبر ہونے کی وجہ سے اور یہ اخفش کی رائے ہے۔[32]

۲۷۔ خیر الدین الزرکلی، الاعلام، (دار العلم للملایین: بیروت، ۱۹۹۳ء)، ج ۱، ص ۴۰

۲۸۔ القرآن ۳:۱۵۶

۲۹۔ العمادی، ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم، ج ۲، ص ۱۷۸

۳۰۔ القفطی، انباہ الرواۃ علی انباہ النحاۃ، ج ۲، ص ۳۶

۳۱۔ القرآن ۵:۵۲

۳۲۔ العمادی، ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم، ج ۳، ص ۸۵

۸۔ حسن بن احمد بن عبد الغفار بن محمد بن سلیمان المعروف امام ابو علی فارسی۔

آپ عربی زبان کے مشہور و معروف عالم تھے۔ آپ نے علمِ نحو الزجاج، ابن السراج اور مبرمان سے حاصل کیا۔ آپ کے تلامذہ کے بقول آپ مشہور نحوی المبرّد سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ آپ کے تلامذہ ابن جنی اور علی بن عیسیٰ الربعی وغیرہ نے خوب شہرت پائی ہے۔ آپ کی مشہور تصانیف میں الحجة، التذکرة، ابیات الاعراب، تعلیق علی کتاب سیبویه، المسائل الجلیة وغیرہ شامل ہیں۔ آپ نے ۳۷۷ھ میں بغداد میں وفات پائی۔[۳۳]

قاضی ابو سعود نے درج ذیل آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں ابو علی فارسی کا قول نقل کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰى[۳۴]

ترجمہ: اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

مندرجہ بالا آیت مبارکہ کی تفسیر میں قاضی ابو سعود رقمطراز ہیں کہ وَلَسَوۡفَ میں لام لامِ ابتداء ہے جو کہ جملہ کے مضمون کی تاکید کے لیے خبر پر داخل ہوا ہے اور اس کا مبتدا محذوف ہے تقدیرِ کلام یوں ہو گی: ولانت سوف یعطیك الخ، لام قسم کے لیے نہیں ہے کیونکہ یہ مضارع پر نونِ تاکید کے ساتھ داخل ہوتا ہے اور سوف کے ساتھ اس کا جمع ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بے شک اعطاء ممکن ہے محال نہیں ہے اور تراخی حکمت کی وجہ سے ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ قسم کے لیے ہے اور اس کے اور نونِ تاکید کے درمیان قاعدہ تلازم یہ ہے کہ استثنٰی کی دو صورتیں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ لام کے اور فعل کے درمیان حرفِ تنفیس سے فاصلہ ہو جس طرح اس آیت میں ہے جیسے اس کا یہ کہنا: واللہ لساعطیک اور دوسری صورت یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان فاصلہ فعل کے معمول کے ساتھ ہو۔ جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: لالی اللہ تحشرون۔ ابو علی فارسی نے کہا ہے یہ لام وہ نہیں ہے جو تیرے قول ان زید القائم میں ہے بلکہ یہ وہ لام ہے جو تیرے قول لاقومنّ میں ہے اور سوف ایک نونِ تاکید کے قائم مقام ہے پس گویا کہ یوں کہا گیا ہے: ولیعطینّک اور اسی طرح کالام اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد: و للآخرة۔۔۔ الخ میں ہے۔[۳۵]

۹۔ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبیؒ۔

آپ کا شمار کبار مفسرین میں ہوتا ہے۔ زہد و ورع میں آپ اعلیٰ مقام رکھتے تھے اور آخرت کی فکر میں مشغول رہتے تھے۔ آپ کئی کتب کے مصنف تھے آپ کی مشہور کتاب تفسیرِ قرطبی ہے جس کو عوام و خواص میں بہت پذیرائی ملی ہے۔ آپ نے ۶۷۱ھ میں وفات پائی۔[۳۶]

قاضی ابو سعود نے نحوی توجیہات میں قرطبی سے استفادہ کیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِىۡ كَيۡفَ تُحۡىِ الۡمَوۡتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمۡ تُؤۡمِنۡ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰـكِنۡ لِّيَطۡمَئِنَّ قَلۡبِىۡ ؕ قَالَ فَخُذۡ اَرۡبَعَةً مِّنَ الطَّيۡرِ فَصُرۡهُنَّ اِلَيۡكَ ثُمَّ اجۡعَلۡ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنۡهُنَّ جُزۡءًا ثُمَّ ادۡعُهُنَّ يَاۡتِيۡنَكَ سَعۡيًا ؕ وَاعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ[۳۷]

۳۳۔ السیوطی، بغیۃ الوعاۃ فی طبقاتِ اللغویین والنحاۃ، ج۱، ص ۴۹۶-۴۹۸

۳۴۔ القرآن ۹۳:۵

۳۵۔ العمادی، ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم، ج۸، ص ۴۰۳

۳۶۔ احمد بن محمد الادنروی، طبقات المفسرین، تحقیق: سلیمان بن صالح الخزی (مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورہ، ۱۹۷۷)، ص ۱۸۷

۳۷۔ القرآن ۲:۲۶۰

ترجمہ: اور جب ابرھیم نے عرض کی: اے میرے رب مجھے دکھا تو کس طرح زندہ فرماتا ہے۔ تو فرمایا: کیا تو ایمان نہیں رکھتا؟ عرض کی: کیوں نہیں مگر یہ کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ فرمایا: چار پرندے پکڑ اور ان کو اپنے ساتھ ہلا لو پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دو۔ پھر ان کو پکارو وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آئیں گے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں قاضی ابو سعود نقل کرتے ہیں کہ علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ کیف کے ساتھ استفہام میں سوال صرف اس چیز کی حالت کے بارے میں ہوتا ہے جو سائل اور مسئول کے ہاں ثابت شدہ ہو۔ یہاں استفہام زندگی کی اس حالت کے بارے میں ہے جو سائل کے نزدیک ثابت شدہ ہے۔ یعنی مجھے مُردوں کو زندہ کرنے کی کیفیت دکھا اور ابراھیم علیہ السلام کا سوال محض اس لیے تھا تاکہ آپ کو عین الیقین حاصل ہو جائے اور اطمئنانِ قلبی میں مزید اضافہ ہو جائے۔[۳۸]

نحوی اصطلاحات کے بیان میں قاضی ابو سعود کا منہج

نحوی اصطلاحات سے مرادوہ فنی الفاظ ہیں جو علمائے نحو نے بالاتفاق نحوی افکار و معانی کو بیان کرنے کے لیے وضع کیے ہیں۔[۳۹] ابتدائے خلافتِ عباسیہ سے المتوکل کی مسند نشینی تک خلافتِ عباسیہ کا پہلا دور دیگر علوم وفنون کے ساتھ ساتھ بالخصوص علم نحو کی ترقی واشاعت کا زمانہ ہے اس زمانہ میں کثیر نحوی تصنیفات ضبطِ تحریر میں آئیں۔ اسی وقت عربی ادب و نحو کے مشہور مکاتب فکر بصرہ و کوفہ معرضِ وجود میں آئے۔ چونکہ واضع نحو حضرت ابو اسود دائلی حاکم و والی بصرہ تھے نیز معللِ قوانین نحو عبد اللہ بن ابی اسحٰق حضرمی، ضابطِ نحو ہارون بن موسیٰ، کتب نحویہ کے پہلے مصنف عیسیٰ بن عمر ثقفی، مشہور نحو وادب کے استاذ خلیل بن احمد اور نحوی مسائل کو سب سے پہلے ابواب کے تحت مرتب و مہذب کرنے والے سیبویہ تمام حضرات کا تعلق بصرہ ہی سے تھا۔ لہذا علم نحو کی تدوین و کا اولین شرف اہلِ بصرہ ہی کو حاصل ہوا۔ اہل کوفہ نے بصریوں ہی سے اکتسابِ علم کیا۔ بصریوں کے امام سیبویہ ہیں اور کوفی مکتبہ فکر کے امام کسائی ہیں۔ قاضی ابو سعود نے ان کے فرق کا خاص اہتمام نہیں کیا بلکہ آپ کبھی کوفی اصطلاح استعمال کرتے ہیں اور کبھی بصری۔ قاضی ابو سعود کی ذکر کردہ بصری اصطلاحات اور ان کے مقابل کوفی اصطلاحات درج ذیل ہیں۔[۴۰]

۱۔ لام ابتداء: کوفی اس کو لام قسم کہتے ہیں۔[۴۱]

۲۔ اسم فعل:[۴۲] کوفی اس کو باب الفعل قرار دیتے ہیں۔

۳۔ مفعولِ مطلق، مفعول لہ اور مفعول معہ:[۴۳] کوفی ان کے مقابل شبیہ بالمفعول کی اصطلاح ذکر کرتے ہیں۔[۴۴]

۴۔ نفی:[۴۵] اس کے مقابلے میں کوفی جحد کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔

۵۔ اسم فاعل:[۴۶] کوفی اس کے مقابلے میں فعل دائم لاتے ہیں۔

۳۸۔ العمادی، ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم، ج۱، ص۵۴۵

۳۹۔ عوض محمد القوزی، المصطلح النحوی، (جامعۃ الریاض: الریاض، ۱۹۸۱ء)، ص ۲۲-۲۳

۴۰۔ العمادی، ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم، ج۱، ص۴۶، ص۴۶۶، ج۲، ص۱۸۰، ص۲۳۳، ج۳، ص۵۲

۴۱۔ ایضاً، ج۱، ص۴۶۶، ج۳، ص۱۹۸، ص۲۹۹

۴۲۔ ایضاً، ج۱، ص۶۹

۴۳۔ ایضاً، ج۲، ص۳۹۰

۴۴۔ ایضاً، ج۱، ص۱۷۳، ج۲، ص۱۷۳

۴۵۔ ایضاً، ج۱، ص۶۹

۶۔ تمییز:[47] کوفیوں کے ہاں اس کو مفسر تفسیر کہا جاتا ہے۔

۷۔ ظرف:[48] کوفی اس کو محل یا صفت کہتے ہیں۔

۸۔ لا نفی جنس:[49] اس کو کوفی لا تبرئۃ کہتے ہیں۔

۹۔ بدل:[50] کوفی اسے تبیین کا نام دیتے ہیں۔

۱۰۔ جر:[51] اسکا مقابل کوفی خفض ذکر کرتے ہیں۔[52]

۱۱۔ صفت:[53] اس کو کوفیوں کے ہاں نعت کہا جاتا ہے۔[54]

قاضی ابو سعود نے زیادہ تر بصریوں کی اصطلاحات استعمال کی ہیں۔ مثلاً آپ نے لام ابتداء اپنی تفسیر میں بیس مقامات پر استعمال کیا ہے اور اس کے مقابلے میں لامِ قسم صرف تین جگھوں پر استعمال کیا ہے۔ اسی طرح اسم فاعل تیس مقامات پر استعمال کیا ہے جبکہ اس کے مقابل کوفیوں کی فعلِ دائم کی اصطلاح کہیں بھی استعمال نہیں کی۔ جر کی اصطلاح آپ نے ستر بار استعمال کی ہے اور خفض کو صرف ایک بار ذکر کیا ہے۔ صفت کی اصطلاح کو آپ نے چار سو سے بھی زیادہ استعمال کیا ہے جبکہ اسکے مقابلے میں نعت کی اصطلاح کو ایک سو بار ذکر کیا ہے۔

نحوی مکاتب فکر کی آراء کو بیان کرنے میں قاضی ابو سعود کا منہج

نحوی مکاتبِ فکر کی آراء کو بیان کرنے میں قاضی ابو سعود نے کوئی خاص منہج اختیار نہیں کیا۔ تفسیر ابو سعود کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے آپ نے درج ذیل مختلف انداز میں نحوی مکاتبِ فکر کی نحوی آراء کو نقل کیا ہے۔

۱۔ دونوں مکاتبِ فکر کی آراء کا ذکر بغیر ترجیح کے کرنا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ يٰبَنِيَّ ط اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ[55]

ترجمہ: اور اسی ملت کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی، اور یعقوب نے (بھی) اے میرے بیٹو! بیشک اللہ نے تمہارے لیے اس دین کو پسند کر لیا 'پس تم تادم مرگ مسلمان رہنا۔

اس آیت کی تفسیر میں قاضی ابو سعود رقم طراز ہیں کہ وَصّٰى کو اوصی بھی پڑھا گیا ہے اور پہلا زیادہ بلیغ ہے اور يَعْقُوْبُ کا اِبْرٰهٖمُ پر عطف ہے یعنی اس (یعقوب علیہ السلام) نے بھی اسی کی وصیت کی اور اس کو بنیہ پر عطف کی وجہ سے منصوب بھی پڑھا گیا ہے۔ يٰبَنِيَّ اضمار

۴۶۔ ایضاً، ج۵، ص۳۷

۴۷۔ ایضاً، ج۱، ص۱۸۹

۴۸۔ ایضاً، ج۱، ص۵۱

۴۹۔ ایضاً، ج۱، ص۴۱۶

۵۰۔ ایضاً، ج۲، ص۲۶

۵۱۔ ایضاً، ج۳، ص۳۳۳

۵۲۔ ایضاً، ج۱، ص۱۸۴

۵۳۔ ایضاً، ج۲، ص۲۹

۵۴۔ ایضاً، ج۱، ص۲۲۰

۵۵۔ القرآن ۲:۱۳۲

القول کی بنا پر بصریوں کے نزدیک اوروصی کے متعلق کوفیوں کے نزدیک۔ کیونکہ وہ قول کے معنی میں اس طرح ہے جیسے:

رجلان من ضبة اخبرانا   انا راینا رجلا عریانا[56]

وہ پہلے (بصریوں) کے نزدیک بتقدیر القول ہے جبکہ دوسرے (کوفیوں) کے نزدیک اخبار کے متعلق ہوگا جو کہ قول کے معنی میں ہے۔[57]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ[58]

ترجمہ: (دو) دائمی جنتیں ہیں، جن کے دروازے ان کے لیے کھلے ہوئے ہیں۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں قاضی ابو سعود فرماتے ہیں کہ الابوب کو مفعول کا اسم ہونے کی بنا پر مرفوع پڑھا گیا ہے اس صورت میں حال اور ذوالحال کے مابین رابطہ یا تو ضمیرِ مقدر ہوگی اور یہ بصریوں کی رائے ہے یعنی: الابوب منها، یا الف لام اس کے قائم مقام ہوگا جیسے کہ کوفیوں کی رائے ہے کیونکہ اصل کلام ابوابها ہے اور ان دونوں کو مبتداء اور خبر ہونے کی بنا پر مرفوع پڑھا گیا ہے، یا اس وجہ سے کہ دونوں مبتداء محذوف کی خبریں ہیں یعنی تقدیرِ کلام یوں ہوگی: هی جنات عدن هی مفتحة۔[59]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ[60]

ترجمہ: اور بیشک ہم نے آپ سے پہلی امتوں میں بھی رسول بھیجے تھے۔

مندرجہ بالا آیت مبارکہ کی تفسیر میں قاضی ابو سعود تحریر فرماتے ہیں کہ فی شیع الاولین میں شیع سے مراد ان کے فرقے اور لشکر ہیں اور یہ شیعہ کی جمع ہے اور اس سے مراد وہ گروہ ہے جو کسی ایک طریقہ یا مذہب پر متفق ہو یہ شاعه اذا تبعه سے ماخوذ ہے۔ فراء کے نزدیک اولین کی طرف اس کی اضافت کا تعلق موصوف کی صفت کی طرف اضافت سے ہے اور بصریوں کے نزدیک موصوف کے حذف سے ہے یعنی تقدیرِ کلام یوں ہوگی: شیع الامم الاولین، اور ان میں ان کے ارسال کا معنیٰ یہ ہے کہ ان میں سے سب کو اپنے گروہ کے لیے رسول بنایا تاکہ وہ گروہ تمام پیش آمدہ دینی امور میں ان کی پیروی کریں۔[61]

مندرجہ بالا مثالوں سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ قاضی ابو سعود نے بعض مقامات پر دونوں مکاتب کی آراء کا ذکر بغیر ترجیح کے کیا ہے۔

۲۔ دونوں مکاتبِ فکر کی آراء کا ذکر کرنا اور بصریوں کی رائے کو ترجیح دینا۔

اسم کا کلمہ بصریوں کے نزدیک سمو سے مشتق ہے جبکہ کوفیوں کے نزدیک سمة سے مشتق ہے اور اس کی اصل وسم ہے۔ قاضی ابو سعود نے بصریوں کی رائے کو ترجیح دی ہے۔ جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ[62]

۵۶۔ ابن ہشام الانصاری، مغنی اللبیب عن کتب الاعاریب، تحقیق: مازن مبارک وزمیلہ (دارالفکر: دمشق، ۲۰۰۰ء)، ج۲، ص۴۱۳

۵۷۔ العمادی، ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم، ج۱، ص۳۵۲

۵۸۔ القرآن ۳۸:۵۰

۵۹۔ العمادی، ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم، ج۷، ص۱۷۱

۶۰۔ القرآن ۱۰:۱۵

۶۱۔ العمادی، ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم، ج۵، ص۶۳

۶۲۔ القرآن ۲۷:۳۰

ترجمہ: اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان رحم والا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں قاضی ابو سعود تحریر فرماتے ہیں کہ اسم کا کلمہ بصریوں کے ہاں ان اسماء میں سے ہے جن کے آخری حرف کو حذف کر دیا گیا ہے اور اس کے پہلے حرف کے سکون کی وجہ سے ابتداء میں ہمزہ داخل کیا گیا ہے کیونکہ اہل عرب کی عادت ہے کہ وہ متحرک حرف سے ابتداء کرتے ہیں اور ساکن پر وقف کرتے ہیں۔ بصریوں کے مذہب پر دلیل اسم کی گردان کا اسماء، سمی، سمیت کے وزن پر آنا ہے اور سمی جس طرح کہ ھدی ہے کسی شاعر نے کہا ہے:

والله اسماک سُمی مبارکا آثرک الله به ایثارکا

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا اسم مبارک (محمد) رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس نام سے پسند فرمایا ہے جیسے آپ کی ذات کو پسند فرمایا ہے۔

قلب بعید ہے اور ہر جگہ نہیں ہے اور اسم کا سموّ سے مشتق ہونا اس لیے ہے کہ وہ مسمی کے لیے بلندی اور معرفت کا ذریعہ ہے اور کوفیوں کے نزدیک سمة سے مشتق ہے اور اس کی اصل وسم ہے واؤ کو حذف کر کے اس کے عوض ہمزہ وصلی کو لایا گیا ہے تاکہ تعلیل کم ہو۔ کوفیوں کے دلائل کا رد اس طرح کیا گیا ہے کہ بے شک کلامِ عرب میں یہ معروف نہیں ہے کہ ہمزہ اس کلمہ پر داخل ہو جس کا اول حرف حذف کر دیا گیا ہو۔ اور اسم کی لغات میں سِم، سَم ہیں۔ [63]

درج ذیل آیت مبارکہ میں کوفیوں کا موقف یہ ہے کہ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا میں ان سے پہلے لام کو مقدر مانا جائے گا جبکہ بصریوں کے نزدیک لام کو مقدر نہیں مانا جائے گا قاضی ابو سعود نے کوفیوں کے موقف کو رد کر کے بصریوں کی رائے کو راجح قرار دیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۭ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۭ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاۗءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ [64]

ترجمہ: آپ سے حکم معلوم کرتے ہیں، آپ کہیے کہ اللہ تمہیں کلالہ (کی میراث) میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص فوت ہو جائے جس کی نہ اولاد ہو (نہ ماں باپ) اور اسکی (ایک حقیقی یا علاتی) بہن ہو تو اس (بہن) کو اس کے ترکہ کا نصف ملے گا اور وہ اپنی اس بہن کا وارث ہو گا اگر اس (بہن) کی کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر دو بہنیں ہوں تو ان کا حصہ اس (بھائی) کے ترکہ سے دو تہائی ہے اور اگر بہن بھائی وارث ہوں مرد اور عورتیں تو ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے، اللہ تمہارے لیے بیان فرماتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں قاضی ابو سعود تحریر فرماتے ہیں کہ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کلالہ کا حکم یا اس سے متعلق تمام احکاماتِ شرع بیان فرماتا ہے۔ اَنْ تَضِلُّوْا یعنی ناپسند فرماتا ہے کہ تم اس (کلالہ) کے بارے میں گمراہ ہو جاؤ۔ یہ بصریوں کی رائے ہے مبرد نے اس کی تصریح کی ہے۔ کسائی فراء اور ان دونوں کے علاوہ دیگر کوفی اس طرف گئے ہیں کہ ان کے ساتھ لام مقدر مانا جائے یعنی تقدیرِ کلام یوں ہو گی لئلا تزولا اور ابو عبید نے کہا ہے کہ کسائی کی دلیل ابن عمر کی حدیث ہے (لا یدعون احدکم علی ولدہ ان یوافق من

63۔ العمادی، ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم، ج۱، ص۴۶

64۔ القرآن ۴:۱۷۶

اجابة) یعنی تقدیر کلام یوں ہے لئلا یوافق فاستحسنه۔ آیت اور اس حدیث میں جو کچھ ذکر کیا گیا ہے وہ کسائی اور ان کے رفقاء کار کے لیے دلیل نہیں ہے اور بصریوں کے نزدیک ان دونوں مقامات پر تقدیر کلام اس طرح ہے کراهة ان تزولا اورکراهة ان یوافق الخ۔[65]

کوفیوں اور مبرد کا موقف یہ ہے کہ لیس کی خبر کی اس پر تقدیم جائز نہیں ہے اور بصریوں کا یہ موقف ہے لیس کی خبر کی تقدیم جائز ہے جس طرح کان کی خبر کا اس پر مقدم ہونا جائز ہے۔[66]

قاضی ابو سعود نے درج ذیل آیت مبارکہ کی نحوی ترکیب میں بصریوں کی رائے کو ترجیح دی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَىِٕنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰۤى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ[67]

ترجمہ: اور اگر ہم ایک معین مدت تک ان سے عذاب موخر کر دیں تو وہ ضرور نہ کہیں گے کہ عذاب کو کس چیز نے روک لیا؟ سنو جس دن ان پر وہ عذاب واقع ہو گا تو پھر وہ ان سے دور نہیں کیا جائے گا اور جس (عذاب) کا وہ مذاق اڑاتے تھے وہ ان کا احاطہ کرے گا۔

قاضی ابو سعود اعراب بیان کرتے ہیں کہ یوم کا کلمہ لیس کی خبر مقدم ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اس سے بصریوں نے لیس کی خبر کی تقدیم کے جائز ہونے پر استدلال کیا ہے کیونکہ معمول عامل کے تابع ہوتا ہے تو وہ اپنے متبوع کی حیثیت سے ہی واقع ہوتا ہے۔[68]

۳۔ دیگر آراء پر کوفیوں کی رائے کو ترجیح دینا۔

قاضی ابو سعود اپنی تفسیر میں بعض مقامات پر بصریوں کے بجائے کوفیوں کی رائے کو ترجیح دیتے ہیں۔ چند مثالیں حسبِ ذیل ہیں۔

کوفیوں کا مذہب ہے مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان بغیر ظرف اور جار مجرور کے فصل جائز ہے جبکہ بصری ان دونوں کے بغیر عدم الفصل کے قائل ہیں۔[69]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍمِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَاۤؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ[70]

ترجمہ: اسی طرح بہت سے مشرکین کے لیے ان کے شرکاء نے ان کی اولاد کے قتل کرنے کو مزین کر دیا تاکہ وہ انھیں ہلاک کر دیں اور ان پر ان کے دین کو مشتبہ کر دیں اور اگر اللہ چاہتا تو وہ یہ کام نہ کرتے سو آپ ان کو اور ان کی افتراء پردازیوں کو چھوڑ دیجیے۔

اس آیت کریمہ میں سے زَيَّنَ لِكَثِيْرٍمِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَاۤؤُهُمْ کی تفسیر کی نحوی ترکیب میں آپ رقمطراز ہیں کہ

۶۵۔ العمادی، ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم، ج۲، ص۴۷۷

۶۶۔ کمال الدین ابو البرکات عبد الرحمن بن محمد بن ابی سعید الانباری، الانصاف فی مسائل الخلاف بین النحویین و البصریین و الکوفیین، (مکتبہ العصریہ: بیروت، ۱۹۷۸ء)، ج۱، ص۶

۶۷۔ القرآن ۱۱:۸

۶۸۔ العمادی، ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم، ج۴، ص۲۹۹

۶۹۔ الانباری، الانصاف فی مسائل الخلاف، ج۲، ص۴۲۷

۷۰۔ القرآن ۶ :۱۳۷

شرکاؤھم زین کا فاعل ہے اور اس کو ظرف اور مفعول سے مؤخر کیا گیا ہے اور مفعول کی بناء پر پڑھا گیا ہے جو کہ قتل ہے اور الاولاد کے نصب اور شرکاء کی جر قتل کی اس کے ساتھ اضافت اس کے مفعول کے ساتھ ان دونوں کے درمیان مفصولا ہے۔[۷۱]

کوفیوں کی رائے یہ ہے کہ ظرف جب اسم سے مقدم ہو تو اس کو رفع دیتا ہے۔ کوفی اس کو محل کہتے ہیں اور ان میں سے کچھ اسے صفت کہتے ہیں مثلاً امامک زید اورفی الدار عمرو میں زید اور عمرو کو رفع ظرف نے دیا ہے۔ بصریوں کے مطابق ظرف اسم کو رفع نہیں دیتا جب اس پر مقدم ہو۔ اسم تو مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوتا ہے۔[۷۲]

قاضی ابو سعود نے درج ذیل ارشاد باری تعالی کی ترکیب نحوی بیان کرتے ہوئے کوفیوں کی رائے کو ترجیح دی ہے۔

وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ[۷۳]

ترجمہ: اور اللہ ہی کے پاس بہترین ثواب ہے۔

قاضی ابو سعود رقمطراز ہیں اسم جلالت مبتداء ہے اور اس کی خبر عندہ ہے اور حسن الثواب کو ظرف کے ساتھ فاعلیت کی بنا پر رفع دیا گیا ہے مبتدا پر اس کے اعتماد کی وجہ سے۔[۷۴]

کوفیوں کا مذہب ہے کہ ضمیر مخفوض (مجرور) پر عطف معطوف کے ساتھ خافض (جار) کے اعادہ کے بغیر جائز ہے جبکہ بصری اس کو جائز نہیں سمجھتے۔ قاضی ابو سعود نے اس مسئلہ میں بھی کوفیوں کی رائے کو مقدم جانا ہے جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ[۷۵]

ترجمہ: اے نبی ﷺ! آپ کو اللہ کافی ہے اور آپ کی اتباع کرنے والے مومنین کو۔

مندجہ بالا آیتِ مبارکہ کی ترکیب میں آپ بیان فرماتے ہیں کہ ومن اتبعک مفعول معہ ہے اور کہا گیا ہے کہ موضع جر میں ضمیر مجرور پر عطف ہے جس طرح کہ کوفیوں کی رائے ہے۔ یعنی کافیک و کافیھم اللہ تعالیٰ اے نبی ﷺ آپ کو اور انہیں کافی ہے۔[۷۶]

۴۔ دیگر نحویوں کی آراء کی بجائے صرف بصریوں کی رائے کا ذکر کرنا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا[۷۷]

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحبان امر ہیں ان کی (اطاعت کرو) پھر اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو بشرطیکہ تم اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہو ' یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا ہے۔

۷۱۔ العمادی، ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم، ج۳، ص۳۲۱

۷۲۔ الانباری، الانصاف فی مسائل الخلاف، ج۱، ص۵۲

۷۳۔ القرآن ۳: ۱۹۵

۷۴۔ العمادی، ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم، ج۲، ص۲۳۱

۷۵۔ القرآن ۸: ۶۷

۷۶۔ العمادی، ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم، ج۴، ص۵۴

۷۷۔ القرآن ۴:۵۹

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں قاضی ابو سعود تحریر فرماتے ہیں کہ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ محل نزاع میں وارد آخری امر کے متعلق ہے کیونکہ وہ مخالفت سے ڈرانے کا محتاج ہے اور جوابِ شرط جمہور بصریوں کے نزدیک محذوف ہے اور مذکورہ کلام کی اس پر ٹھوس دلیل موجود ہے یعنی: ان كنتم تومنون بالله واليوم الآخر فردوه الخ، بے شک ان دونوں پر ایمان اس کو واجب کرتا ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا تو ظاہر ہے اور جہاں تک یومِ آخر پر ایمان لانے کی بات ہے تو اس میں مخالفت پر عقاب ہے۔[۷۸]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ[۷۹]

ترجمہ: اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں۔

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں قاضی ابو سعود رقمطراز ہیں کہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ میں اشیاء کا کلمہ خلیل، سیبویہ اور دیگر جمہور بصریوں کی رائے میں اسم جمع ہے جس طرح کہ طرفاء اور قصباء اس کی اصل شیآء ہے دو ہمزوں کے ساتھ جن کے درمیان الف ہے پس لام کلمہ کی فاء پر تقدیم کی وجہ سے بدل دیا تو اس کا وزن لفاء ہو گیا اور یہ علامتِ تانیث الف ممدودہ کی وجہ سے غیر منصرف ہے اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ یہ شیء کی جمع ہے کہ یہ شیّء سے مخفف ہے جس طرح کہ هين مخفف ہے هيّن سے اور اصل اشيِئاء ہے جیسے اهوناء افعِلاء کے وزن پر ہے پس دو ہمزہ جمع ہوئے لام کلمہ اور جو تانیث کے لیے ہے کیونکہ الف ہمزہ کی طرح ہے پس ایک کلمہ کی تخفیف کر دی گئی اس طرح کہ پہلے ہمزہ کو ما قبل مکسور ہونے کی وجہ سے یا سے بدل دیا تو اشییاء ہو گیا پس دو یاء جمع ہو گئی ان میں سے پہلی عین کلمہ ہے تو تخفیفاً حذف ہو گئی تو اشیاء بن گیا افلاء کے وزن پر۔ منع صرف کی علامت الف تانیث ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اشیياء سے وہ یاء حذف ہوئی ہے جو ہمزہ سے بدل کر آئی ہے اور وہ لام کلمہ ہے اور یاء مکسورہ کو فتحہ دیا گیا ہے تا کہ جمع کی الف سلامت رہے پس اس کا وزن افعاء ہو گا۔[۸۰]

خلاصہ بحث:

قاضی ابو سعود اپنے عہد کی ایک عظیم شخصیت تھے۔ آپ کی علمی وجاہت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ سلطنتِ عثمانیہ میں مسلسل تیس سال تک تاحیات قاضی القضاء اور شیخ الاسلام کے عہدوں پر فائز رہے۔ جہاں آپ نے تدریس، قضاء اور افتاء کے میدان میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں وہیں تصنیف و تالیف کے کام کو بھی بخوبی سرانجام دیا۔"ارشاد العقل السليم الى مزايا الكتاب الكريم" آپ کی شاہکار تالیف ہے۔ دیگر مفسرین کی طرح قاضی ابو سعود نے بھی اپنی تفسیر کو نحوی مباحث سے مزین کیا ہے۔ زیرِ نظر مقالہ میں آپ کی تفسیر کے نحوی منہج کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔ آپ کا نحوی توجیہات کا انداز بڑا دلکش ہے جس کی وجہ سے قاری کی توجہ نحوی موشگافیوں میں الجھنے کے بجائے متنِ قرآنی کی طرف مبذول رہتی ہے۔ جب آیت مختلف وجوہِ اعراب کی متحمل ہوتی ہے تو آپ ان وجوہ میں سے ایک کو ترجیح دے کر اس کی دلیل نقل کرتے ہیں۔ آپ نے نحوی مباحث کو ذکر کرنے میں بیشتر مقامات پر زمخشری اور بیضاوی سے استفادہ کیا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ مشہور و معروف علماء نحو و لغت کی آراء سے بھی اپنی تفسیر کو مزین کیا ہے۔ آپ نے جن مشہور علماء نحو سے استفادہ فرمایا ہے ان کے مختصر احوال اور چند نحوی آراء کو ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کی استعمال کردہ نحوی اصطلاحات کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

۷۸۔ العمادی، ارشاد العقل السليم الى مزايا الكتاب الكريم، ج۲، ص۳۵۴

۷۹۔ القرآن ۵: ۱۰۱

۸۰۔ العمادی، ارشاد العقل السليم الى مزايا الكتاب الكريم، ج۳، ص۱۵۱

نتائج بحث:

- ابو سعود محمد بن محی الدین محمد بن مصطفیٰ العمادیؒ بلند پایہ فقیہہ، قاضی القضاء اور مشہور مفسر ہیں۔ آپ کی تفسیر"ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم"ایک جامع تفسیر ہے۔ دقتِ نظر و فکر اور ژرف نگاہی کی آئینہ دار ہے۔ اس میں تفسیر کو غیر ضروری امور کے ساتھ مخلوط نہیں کیا گیا۔ بعد میں آنے والے مفسرین کے لیے یہ ایک اہم مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔
- قاضی ابو سعود نحوی مفسر نہیں ہیں۔ آپ نحوی مباحث کا ذکر صرف معنیٰ و مفہوم واضح کرنے کے لیے کرتے ہیں۔
- نحوی توجیہات میں آپ نے زیادہ انحصار تفسیر زمخشری اور بیضاوی پر کیا ہے ان کے علاوہ دیگر متقدمین مفسرین علماء نحو ولغت کی نحوی آراء کو بھی نقل کیا ہے۔
- علماء نحو کی نحوی آراء بیان کرتے ہوئے کبھی آپ ان کا نام ذکر کرتے ہیں اور کبھی نام لیے بغیر صرف ان کی رائے ذکر کر دیتے ہیں۔
- آپ حسبِ ضرورت علمِ نحو کے دونوں مکاتبِ فکر کی آراء کا ذکر کرتے ہیں لیکن زیادہ تر مقامات پر آپ نے بصریوں کے اقوال کو ترجیح دی ہے۔
- نحوی اصطلاحات میں بھی آپ نے بصری اصطلاحات کا استعمال زیادہ کیا ہے۔
- نحوی دلائل کے ضمن میں آپ نے اکثر آحادیث سے استشہاد نہیں کیا۔
- مرفوعات کے مقابلے میں منصوبات و توابع کا ذکر کم کیا ہے۔
- ضرورت ہے کہ عصر حاضر کی مختلف تفاسیر کی نحوی جہات پر کام کیا جائے تاکہ محققین میں عربی زبان کی بلاغت سے مزید استفادہ کی راہیں کھل سکیں۔